Oriental College Magazine, Vol.101, No. 04, Serial No. 382, 2025

خدام وغلام کے حقوق سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں
(عصری تناظر میں خصوصی مطالعہ)

عقیل احمد، پی ایچ ڈی
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

The Rights of Servants and Slaves in the light of Sirah (PBUH)
(Special study in a contemporary context)

Aqeel Ahmad, PhD
Associate Professor of Islamic Studies
The University of Lahore, Lahore

Abstract

This article offers a scholarly examination of the rights of servants and slaves in light of the Seerah of the Prophet Muhammad (PBUH), with emphasis on its relevance to contemporary human-rights discourse. It argues that the Prophetic model introduced a transformative ethical framework that elevated the dignity of marginalized groups in a society where slavery was institutionally entrenched. The study reviews Qur'anic directives and Prophetic policies that encouraged the gradual abolition of slavery through moral reform, legal mechanisms, and social integration. It analyzes how the Prophet ensured equitable treatment, personal development, and honorable social standing for servants and slaves. By engaging cases such as Zaid ibn Harithah, Bilal ibn Rabah, and Salman al-Farsi, the article demonstrates how individuals of enslaved backgrounds attained distinguished positions within the emerging Muslim community. The study finally relates these principles to contemporary contexts, arguing that the Seerah provides a normative model for safeguarding the rights of domestic workers and addressing structural vulnerabilities in modern societies.

Keywords:
Seerah, Human Rights, Slavery, Servants, Social Justice, Emancipation, Islamic Teachings, Domestic Workers, Welfare, Equality.

نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری انسانیت کے لیے خیر و برکت کے انقلاب کی نوید تھی ۔ آپ ﷺ کی رسالت و رحمت کا دائرہ عالمین پر محیط ہے۔حیات انسانی کے ہر مسئلہ کا حل اور ہر معاملہ میں رہنمائی آپ ﷺ ہی کے اسوہ حسنہ کا اعجاز ہے۔اللہ کریم نے آپ ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر مبعوث کیا، عالمین کی اصطلاح یہ واضح کرتی ہے کہ آپ ﷺ کی رحمتوں اور شفقتوں سے حیات انسانی کا ہر طبقہ مستفید ہوا جن میں معاشرہ کے کمزور طبقات سر فہرست ہیں۔

تعارف موضوع

تعلیمات نبویہ کو اگر تربیتی تناظر میں دیکھا جائے تو اس کی بنیادی جہات ذہن سازی اور کردار سازی نظر آتی ہیں۔ذہن سازی کا تعلق عقائد و نظریات اور افکار وخیالات کے ساتھ ہے جبکہ کردار سازی کا تعلق اخلاق، رویہ اور سماجی معاملات و تعلقات کے ساتھ ہے۔نبی کریم ﷺ نے ان جہات کے حوالے سے اس جاہلی معاشرے میں انسان سازی کا فریضہ ادا کیا آپ ﷺ کی ان تمام مساعی جمیلہ کا انسانی فکر پر ایسا گہرا نقش ثبت ہوا کہ پھر ان کی ذات سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ادا کرنا سہل ہو گیا جس سے نہ صرف ایک صالح معاشرہ معرض وجود میں آیا بلکہ پاکیزہ فکر اور اعلیٰ کردار کے حامل افراد کی ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جس کے اثرات تھوڑے ہی عرصہ میں اقوام عالم میں نظر آئے۔رسول اللہ ﷺ کے احکام واسوہ سے جہاں انسانی حقوق کی عظمت، ادائیگی اور پاسبانی کی فکر غالب ہوتی ہے وہاں بلا تخصیص زبان، رنگ، نسل، عہدہ، مرتبہ، سماجی حیثیت کے، سب کے حقوق اور ان سے حسن سلوک کی سوچ بھی راسخ ہوتی ہے۔سماج کے کمزور طبقات بھی اسی ذیل میں آتے ہیں بالخصوص خدام و غلام جن کے ساتھ ہر عہد میں ستم روا رکھا گیا ہے ان کو سماج میں باعزت مقام بھی حضور اکرم ﷺ کی خصوصی توجہات کا ثمر ہے زیر نظر مقالہ میں انھی کے حقوق پر بات کی جا رہی ہے۔

حق کی تعریف اور اسلام

حق سے مراد بندہ کے وہ حقوق جو ثابت اور واضح ہیں جو اس کو دیے جانے ضروری ہیں۔جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ﴾ (۱)

ترجمہ: اور ان (مالداروں) کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے۔

حق کا لغوی معنی کسی چیز کو پختہ اور درست کرنا ہے۔یہ باطل کا متضاد ہے۔

''حَقُّ الشَّيْءِ'' کا مطلب کسی شئ کا لازم اور واجب ہونا ہے۔(۲)

''اِحْقَاقُ الشَّیْءِ''اور ''اِسْتِحْقَاقُ الشَّیْءِ'' کا معنی ضروری اور واجب ٹھہرانا ہے۔(۳)

حق کا معنی نصیب اور ثابت شدہ حصہ بھی ہوتا ہے۔(۴)

حقوق کا دائرہ مختلف اقسام پر محیط ہے۔ کچھ حقوق پیدائشی طور پر حاصل ہوتے ہیں، کچھ وراثتی طور پر، کچھ حکومتی وسماجی سطح پر حاصل ہوتے ہیں۔ اور کچھ کا تعلق انسانوں کے باہمی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔

اقوام متحدہ کے مطابق حق کی تعریف

> "Human rights are rights inherent to all human beings, regardless of race, sex, nationality, ethnicity, language, religion, or any other status. Human rights include the right to life and liberty, freedom from slavery and torture, freedom of opinion and expression, the right to work and education, and many more. Everyone is entitled to these rights, without discrimination. (5)

انسانی حقوق نسل، جنس، قومیت، نسل، زبان، مذہب، یا کسی اور حیثیت سے قطع نظر تمام انسانوں کے لیے موروثی حقوق ہیں۔ انسانی حقوق میں زندگی اور آزادی کا حق، غلامی اور تشدد سے آزادی، رائے اور اظہار کی آزادی، کام اور تعلیم کا حق، اور بہت کچھ شامل ہے۔ ہر کوئی بلا امتیاز ان حقوق کا حقدار ہے۔

یاد رہے کہ اقوام متحدہ جس کی بنیاد ۱۹۴۵ میں دوسری جنگ عظیم اور کے بعد رکھی گئی تھی، بنیادی طور پر بین الاقوامی امن اور سلامتی کو برقرار رکھنے اور انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کی حوصلہ افزائی اور فروغ کے لیے کی گئی تھی۔ اقوام متحدہ کے چارٹر میں انسانی حقوق کے حوالے سے جن بنیادی دفعات کی توثیق کی گئی جو حسب ذیل ہیں:

> Faith in fundamental human rights, in the dignity and worth of the human person, in the equal rights of men and women and of nations large and small(6)

(اقوام متحدہ) بنیادی انسانی حقوق، انسانی عزت اور قدر، مرد اور عورت، بڑی اور چھوٹی قوموں کے مساوی حقوق پر یقین رکھتا ہے۔

غلامی کی تعریف اسلامی نقطہ نظر

قرآن و سنت میں غلام کے لیے لفظ ''عبد'' استعمال ہوا ہے عربی میں لڑکے کے بھی غلام کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ﴾(۷)

ترجمہ: اور مومن غلام مشرک سے بہتر ہے اگرچہ تم کو (بظاہر) بہتر لگے۔

الإِنْسَانُ، يُقالُ: فُلاَنٌ عَبْدٌ لِلَّهِ أَيْ مَمْلوكٌ لَهُ، وَجَمْعُهُ: عِبَادٌ، وَيَأْتِي العَبْدُ بِمَعْنَى: الرَّقِيقِ وَالمَمْلوكِ، وَهُوَ ضِدُّ الحُرِّ، وَجَمْعُهُ: عَبِيدٌ، وَالاِسْتِعْبَادُ وَالإِعْبَادُ: اِتِّخَاذُ الشَّخْصِ عَبْدًا وَرَقِيقًا، وَأَصْلُ العَبْدِ مِنَ العِبَادَةِ وَهِيَ التَّذَلُّلُ وَاللِّينِ، وَسُمِّيَ العَبْدُ عبدًا؛ لِذِلَّتِهِ وَانقِيَادِهِ لِسَيِّدِهِ.(۸)

انسان کے بارے میں کہا جاتا ہے: فلاں خدا کا بندہ ہے، یعنی وہ اس کی ملکیت ہے۔ اس کی جمع 'عباد' ہے۔ عبد کا مطلب غلام اور مال بھی ہے اور یہ حر (آزاد شخص) کی ضد ہے۔ اس کی جمع عبید ہے۔ غلامی کا مطلب ہے کسی شخص کو غلام یا خادم بنانا۔ لفظ 'عبد' کی اصل 'عبادت' ہے، جس کے معنی عاجزی اور نرمی کے ہیں۔ غلام کو اس کی عاجزی اور اپنے آقا کی اطاعت کی وجہ سے عبد (خادم) کہا جاتا ہے۔

حقیقی معنوں میں ایک انسان "عبداللہ" ہے وہ اپنی ہی طرح کے انسان کا غلام نہیں ہو سکتا یہ شرف آدمیت کے بھی خلاف ہے سماجی ناہمواریوں کی وجہ سے انسان کو انسان کا غلام بنایا گیا۔ اور پھر یہ سلسلہ قرنوں تک چلا۔

غلامی کی تعریف اور مغربی نقطہ نظر

انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا کے مطابق:

> **Slavery**, condition in which one human being was owned by another. A slave was considered by law as property, or chattel, and was deprived of most of the rights, ordinarily held by free persons.(9)

ترجمہ: غلامی، (کسی انسان کی اس) حالت (کو کہتے ہیں) جس میں ایک انسان دوسرے کی ملکیت تھا۔ ایک غلام کو قانون کے ذریعہ جائیداد، یا مقبوضہ (شے) سمجھا جاتا تھا، اور عام طور پر آزاد افراد کے پاس زیادہ تر جو حقوق ہوتے اس سے غلام محروم تھے۔

غلامی کی تعریف کرتے ہوئے UNO کا ادارہ Ohchr کے مطابق یہ ہے:

> "Slavery is the status or condition of a person over whom any or all of the powers attaching to the right of ownership are exercised- (10)

ترجمہ: غلامی کسی شخص کی حیثیت یا حالت ہے جس پر ملکیت کے حق سے منسلک کوئی بھی یا تمام اختیارات استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

غلامی کا خاتمہ اور مغرب

آج کا جدید معاشرہ جس میں حقوق انسانی کے حوالے سے یورپ وامریکہ کو بڑا فخر ہے یہ دیکھنا اور سمجھنا ضروری ہے کہ غلاموں اور خدام کے حقوق کے حوالے سے جدید معاشروں سے ہونے والی آوازوں اور تحریکوں کی تاریخ اتنی پرانی نہیں۔ یو این او(UNO) کے انسانی حقوق کے آفس Ohchr کی دفعات قابل غور ہیں۔ یو این او کے اس کنونشن کی بارہ دفعات ہیں اس کے آرٹیکل ۲ کے دو جز ہیں جو حسب ذیل ہیں:

1. To prevent and surpass the slave trade
2. To bring about, progressively as soon as possible, the complete abolition of slavery in all its forms (11)

غلاموں کی تجارت کو جتنی جلد ممکن ہو سکے ختم کیا جائے اور اس کی تمام صورتوں کو مکمل طور پر ختم کیا جائے۔

مغربی معاشروں میں غلامی کی ہر صورت کے خاتمے کی تاریخ ایک صدی سے زیادہ نہیں اس سے قبل بھی جزوی یا علاقائی طور پر کوشش ہوئی ہو گی جبکہ انسانیت پر جبر کے حوالے سے جے جے روسو (م: ۱۷۷۸)نے اٹھارویں صدی میں یہ کہا:

"Man is born free, but he is everywhere in chains"(12)

ترجمہ: انسان آزاد پیدا ہوا ہے لیکن اب ہر جگہ پابند سلاسل ہے۔

روسو سے قبل اس طرح کی کوئی موثر آواز مغرب کی طرف سے نہیں آئی۔

رسول اللہ ﷺ کی آمد اور غلامی کی روایت

غلامی کا رواج زمانہ ما قبل بعثت سے چلا آرہا ہے یقینی طور پر تو نہیں کہا جا سکتا کہ غلامی کا عہد کب شروع ہوا لیکن یہ بات واضح ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو غلامی کا بڑا وسیع رواج موجود تھا۔ ان کی خرید وفروخت ہونا، ان کے ساتھ اشیائے ضروریہ کی طرح کا معاملہ کرنا اور آقا کا اپنے غلام پر ہر طرح کا ظلم کرنا اس کا حق سمجھا جاتا تھا اسی طرح آزاد انسانوں کو غلام بنالینا اور مقروض تک کو بھی اسی دائرہ میں لے آنا معمول کی باتیں تھیں۔ چودہ صدیاں قبل کے اس جاہلی معاشرہ پر غور کیا جائے جہاں حقوق کا حصول صرف قبائلی، خاندانی یا نسلی بنیادوں پر ہی ممکن تھا۔ وہاں حضور اکرم ﷺ نے سب سے پہلے تو انسانی حقوق کی ادائیگی ریاست کی اولین ذمہ داری قرار دیا اور پھر معاشرہ میں وہ طبقات بالخصوص غلاموں اور خدام کے حقوق پر بھرپور توجہ دی۔

اور ان کی آزادی، بنیادی حقوق اور باعزت سماجی مقام کے لیے بھرپور مساعی کیں۔ بالخصوص اسلام قبول کرنے کی وجہ سے جن پر ظلم ہو رہا تھا ان کو آزاد کروانے کا بندوبست کیا۔ یہ ایک طرح سے اسلام کے آفاقی پیغام حق کا ابتدائی تعارف تھا کہ اسلام انسان کو انسانوں ی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی اور بندگی کی طرف لاتا ہے۔

غلام آزاد کرنے کی ہدایات اور مختلف صورتیں

آپ ﷺ کا یک لخت ہی غلاموں کو آزاد نہ کرنے میں بھی حکمتیں موجود ہیں جو اہل علم سے پنہاں نہیں۔ عصری اصطلاح میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے اس عہد میں نظام غلامی ایک صنعت کی حیثیت رکھتا تھا کہ اس دور میں ملازمت اور دیگر خدمات کا حصول ان ہی کے ذریعے ممکن تھا۔ غلامی کے حوالے سے ایک اعتراض جو استشراقی فکر کا عکاس ہے کہ ایک ایگزیکٹو آرڈر دے کر یک لخت ہی کیوں اس کو ختم نہ کیا گیا۔ اس حوالے سے چند امور ذہن نشین رہنے چاہییں کہ اس عہد میں غلاموں کی حیثیت مال ومتاع کی طرح تھی بالفرض اگر ایک آدمی کے پاس دس غلام تھے تو وہ اس کی مالی و معاشی حیثیت کی نمایاں علامت تھی اب اگر ان کو حکما کو کہا جاتا کہ ان سب کو آزاد کر دو تو پھر اس کے مالی خسارے کو کون پورا کر سکتا تھا۔

دوسرا ایک ہی وقت میں اگر سب غلام آزاد ہو جاتے تو ان کی رہائش اور دیگر ضروریات کی ذمہ داری ریاست پر عائد ہونی تھی جس کو پورا کرنا ایک مشکل امر ہوتا۔ اس کے علاوہ ایک ہی وقت میں سب غلام آزاد ہونے سے امور خدمت جو مختلف جہات میں ادا ہوتی تھیں ان کا متبادل کیا ہوتا۔ اس لیے ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے اسلام کے تدریجی اصول کے مطابق وہ فیصلہ فرمایا جس کی روشنی میں لوگوں کو شعوری طور پر تیار کیا کہ معاشرہ کے اس محروم طبقہ کے حوالے سے مکمل آگہی کے ساتھ ان کے بنیادی حقوق کو پورا بھی کریں اور سہولت وعزت کے ساتھ ان کی آزادی کا بندوبست بھی کریں

۱. قرآن کریم نے جہاں حقیقی نیکی کا تصور دیتے ہوئے عقائد اور اعمال صالحہ کا ذکر کیا اس میں مال کو غلاموں کو آزاد کرنے پر بھی خرچ کرنے کی ترغیب دلائی۔(۱۳)
۲. آخرت میں دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کے جو طریقے بتائے ان میں ایک طریقہ یہ بھی بتایا کہ غلاموں کو آزاد کرو کہ اس کے ذریعے تم اس مشکل مرحلہ سے گزر سکتے ہو۔(۱۴)
۳. قتل خطا میں کفارہ کے طور پر غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔(۱۵)
۴. قسم پورا نہ کرنے کے کفارہ میں بھی ایک طریقہ غلام اذاد کرنے کا بتایا گیا۔(۱۶)
۵. کفارہ صوم، کفارہ ظہار میں بھی غلام آزاد کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔(۱۷)

اسلام کا بنیادی رکن زکوۃ جس کے آٹھ مصارف میں سے ایک مصرف " وفی الرقاب" یعنی غلام آزاد کروانے کے لیے اس کے استعمال کا حکم دیا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کے بنیادی ارکان میں کس طرح سے غلامی کے خاتمہ کی طرف توجہ دی گئی ہے۔

غلاموں کے بنیادی حقوق

حضور اکرم ﷺ نے انسانی حقوق کے حوالے سے خصوصی طور پر خدام اور غلاموں کی طرف توجہ فرمائی اس حوالے سے آپ ﷺ کی بنیادی تعلیمات حسب ذیل ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> تین ایسے اشخاص ہیں جن کا دہرا اجر ملے گا ان ایک وہ ہے جو اپنی باندی کو تعلیم دے اور عمدہ تعلیم دے اس کو ادب سکھائے اور خوب سکھائے اور پھر اس کو آزاد کر کے خود اس سے نکاح کرے۔(۱۸)

۱. آزاد انسان کو غلام بنانے کی نہ صرف ممانعت فرمائی بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تین طرح کے لوگوں سے مجادلہ کرے گا ان میں ایک وہ ہو گا جو کسی مسلمان کو غلام بنا کر بیچ دے۔(۱۹)

۲. غلاموں کو آزاد کرنے پر عظیم اجر و ثواب کی بشارت دی۔(۲۰)

۳. ان کے سماجی و معاشی حقوق متعین کیے۔(۲۱)

۴. ان پر ہر طرح کے ظلم و ستم کا خاتمہ کیا۔(۲۲)

رسول اللہ ﷺ کے ان احکام کے اولین مخاطبین حضرات صحابہ کرام نے اسوہ حسنہ کے مطابق غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے اس طرح کی فعالیت دکھائی کہ اس جاہلی معاشرہ میں غلام آزاد کرنے کی تحریک شروع ہو گئی اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر جب غلاموں کو آزاد کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تو اسلام مخالفین کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ کیا ہو رہا ہے بالخصوص جب سیدنا حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت بلال کو آزاد کروایا تو یہ کہا گیا کہ ہو سکتا ہے بلال کی طرف سے کوئی احسان ماضی میں ان پر کیا گیا ہو۔ لیکن صدیق اکبر کی طرف سے یہی جواب آیا کہ یہ کام صرف اللہ کی رضا کے لیے کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا غلاموں اور خدام کے ساتھ عمومی رویہ

رسول اللہ ﷺ کے خدام کی تین اقسام نظر آتیں ہیں ایک تو وہ جو غلام آئے اور آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے پہلے ان کی سماجی حیثیت کو تبدیل کیا پھر ان کو خدمت کی اجازت دی دوسرے وہ جن کو کچھ عرصہ آپ ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ اور تیسری قسم کے وہ خدام تھے جن کے کسی خاص

موقع، مقام یا وقت پر آپ ﷺ کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی اس حوالے سے آپ ﷺ کے اسوہ کی چند امثال ملاحظہ ہوں۔

بدر کے قیدی جو اس عہد کے دستور کے مطابق غلام تھے ان کو معمولی فدیہ کے ساتھ آزاد کرنا بھی غلامی کے رواج کے ظالمانہ دستور کو ختم کرنے ہی کی ایک سبیل تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر "اذھبوا فانتم الطلقا" (جاؤ تم سب آزاد ہو) ایک طرح سے آزادی کی مشعل تھی جو انسانیت کے حقیقی اور عظیم نجات دہندہ نے بلند کی جہاں شاید لوگ آزادی کے حقیقی تصور سے بھی آشنا نہ تھے۔

حضرت جویریہ

جنگی قیدی اس دور کے عمومی قوانین کے مطابق مرد ہو یا عورتیں فاتح قوم کے کے غلام ہی متصور ہوتے تھے نبی اکرم ﷺ نے دو مواقعوں پر حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ سے نکاح فرمایا جب ان کی حیثیت جنگی قیدی کی تھی آپ ﷺ کی وجہ سے ان کو آزادی ملی وہ حرم نبوی کی زینت بنیں قیامت تک کے لیے ان کو ام المومنین کا اعزاز عطا ہوا صحابہ کرام کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت جویریہ سے آپ ﷺ نے نکاح کر لیا ہے اور ان کے خاندان والے حضور اکرم ﷺ کے سسرال ہیں تو انھوں نے سب کو آزاد کر دیا کہ یہ مناسب نہیں کہ ام المومنین کے رشتہ دار ہماری قید میں رہیں اور پھر حضرت جویریہ کی وجہ سے ان کے سارے خاندان کو غلامی سے آزادی نصیب ہوئی۔ یہ اس ذہن سازی کا اثر تھا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا:

فما راينا امراة كانت اعظم بركة على قومها منها اعتق في سببها مائة اهل بيت من بني المصطلق"، (۲۳)

یعنی اپنی قوم کے لیے جویریہ جیسے بابرکت عورت ہم نے نہیں دیکھی۔

حضرت ماریہ قبطیہ

اس عہد میں غلاموں اور باندیوں کے بطور تحفہ دیے جانے کا بھی رواج تھا۔ مقوقس مصر کے بادشاہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک کنیز (حضرت ماریہ) کو بھیجا لیکن عظمتِ انسانی کے پاسبان اعظم نے ان کو بھی اپنی زوجیت کا شرف عطا کر کے دائمی عزتوں سے نوازتے ہوئے ام المومنین کا مرتبہ عطا کیا۔ باندی یا کنیز اس عہد کا سماجی اعتبار سے سب سے کمزور طبقہ ہے دوسری طرف ریاست مدینہ کے حاکم اور امام الاولین والآخرین کی ذات اقدس ہے کمزوروں اور محروم طبقات کے ساتھ حسن سلوک کا صرف حکم ہی نہیں دیا بلکہ اپنا بے مثل اسوہ بھی پیش۔

رسول اللہ ﷺ کے معروف خدام

حضرت زید بن حارثہ

حضرت زید کو حضرت خدیجہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت کے لیے ہبہ کر دیا تھا اس وقت آپ کی عمر آٹھ برس تھی نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنا متبنی (منہ بولا بیٹا بنالیا) جس وجہ سے لوگ ان کو "زید بن محمد" کہتے تھے ان کے حقوق کا مکمل خیال رکھا ان کے ساتھ اپنی پھوپھی کی بیٹی کی شادی کی۔(۲۴)

رسول اللہ ﷺ کی ان کے ساتھ انہی کرم نوازیوں کا اثر تھا کہ جب حضرت زید کے والد اور چچا آپ کو ڈھونڈتے ہوئے آپ ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہوئے تو باوجود اس کے کہ زید کے والد آپ کی جدائی میں بڑے غمگین تھے اور ان کی جدائی کا اپنی شاعری میں بڑے پر سوز انداز میں ذکر بھی کیا نبی کریم ﷺ فرمایا زید سے پوچھ لو اگر وہ آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں حضرت زید نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرے والد اور چچا ہی ہیں لیکن میں اب آپ ﷺ کی خدمت اقدس ہی میں رہوں گا۔ کیسا کریم مالک ہے کہ غلام کو کہہ رہا کہ چلے جو لیکن وہ آزادی سے بہتر آپ ﷺ کی غلامی کو ترجیح دے رہا ہے دنیا اس طرح کی کوئی بھی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ان مہربانیوں کے علاوہ ان کو اس عہد میں ایک ایسا اعزاز عطا کیا کہ جو غلامی کے خاتمہ اور ان کو سماجی طور پر عزت و وقار دینے کی بے نظیر مثال ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ نے حضرت زید کو جنگ موتہ میں امیر لشکر بنایا۔(۲۵)

حضرت بلال بن رباح

حضرت بلال جنہوں نے قبول اسلام سے پہلے اور بعد میں سخت ترین مظالم کا سامنا کیا رسول اللہ ﷺ نے خصوصی طور پر حضرت ابو بکر صدیق کو فرمایا کہ ان کی آزادی کا بندوبست کیا جائے۔ بعد میں ان کو موذن بنایا۔ اور خود آپ ﷺ نے حضرت بلال کو" سید المؤذنین" کا لقب دیا۔(۲۶)

سرزمین مکہ کی گلیوں میں جس غلام کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکالیف دی جاتی تھیں اس کو "سید" یعنی سردار کا لقب عطا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مصطفوی نظام حیات میں کمزوروں اور مقہوروں کو عزتوں کے تاج پہنائے جاتے ہیں۔ تاکہ سماجی ناہمواریوں اور بے اعتدالیوں کا خاتمہ ہو۔

اسی طرح فتح مکہ کے عظیم الشان موقع پر ایک طرف آپ ﷺ کی سواری پر حضرت اسامہ بن زید ہیں تو دوسری طرف کعبہ کی چھت پر حضرت بلال کو چڑھا کر اذان دینے کا حکم دے کر عربی و عجمی، اسود و

احمر، شاہ و گدا، اور آقا و غلام کے امتیازات جو انسانی ذہن کی اختراع تھے سب کو ختم کر دیا۔ حالانکہ اس موقع پر بڑی بزرگ ہستیاں موجود تھیں لیکن سرور عالم ﷺ نے کمال حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غلاموں کے بارے میں جو ادنی تصورات تھے ان کا خاتمہ کر دیا۔

۱۸۶۰ء میں جب ابراہام لنکن امریکہ کے سولویں صدر بنے تو سینٹ میں ان کو کچھ لوگوں نے موچی کا بیٹا کہہ کر مذاق اڑایا جس کا انھوں نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔ انہی حضرت بلال کو عہد فاروقی میں ان کو بیت المال کے امور کے عہدہ پر فائز کیا گیا حضرت عمران کو "سیدنا" یعنی ہمارے سردار بھی کہا کرتے تھے۔ یہی نبوی اور جدید معاشروں میں بنیادی فرق ہے نبوی ذہن سازی کا یہ اثر تھا کہ حیثیت اور مرتبہ کا معیا صرف تقویٰ تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود

خدام رسول ﷺ میں ایک نمایاں نام حضرت عبداللہ بن مسعود کا ہے جن کے علمی فیضان سے آج تک دنیا فقہ حنفی کی صورت میں فیض یاب ہو رہی ہے رسول اللہ ﷺ کی خدمتوں کی یہ برکت تھی کی آپ شیخین کریمین کے بھی معتمد خاص رہے۔ بالخصوص جب عہد فاروقی میں کوفہ میں آپ کو معلم، عہد قضا اور مالی امور پر متعین کیا گیا تو اسے شہر میں آپ نے ایسا علمی دبستان سجایا جس کے اثرات صدیوں پر محیط ہیں۔ مواخات میں آپ کو حضرت زبیر کا بھائی بنایا گیا حضور اکرم ﷺ نے ان کو رہائش کے لیے مسجد نبوی کے ساتھ جگہ عنایت کی۔(۲۵) مسجد الحرام میں علی الاعلان تلاوت کرنے پر کفار نے آپ کو شدید مضروب بھی کیا۔(۲۷) قبول اسلام کے بعد آپ نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا آپ کو صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے رازداں کے طور بھی جانتے تھے۔(۲۸)

حضور اکرم ﷺ کی ان کے ساتھ محبت اور شفقت کی وجہ سے لوگ ان کو اہل بیت اطہار ہی کا فرد سمجھتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> جب میں اور میرا بھائی یمن سے پہلی مرتبہ مدینہ منورہ آئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کی والدہ ماجدہ کو نبی کریم ﷺ درود کے کاشانہ مبارک میں آمد و رفت کی وجہ سے ان کو اہل بیت ہی کا ایک فرد سمجھتے تھے۔(۲۹)

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت ابن مسعود کو یہ وجاہت حاصل تھی کہ آپ نے فرمایا: میں مسلمانوں کی مشاورت کے بغیر اگر کسی کو امیر مقرر کرتا تو ابن مسعود کو امیر مقرر کرتا۔(۳۰)

خادم یا غلام کو صرف خادم یا غلام سمجھ کر ہی رویہ اپنا جاتا تو کبھی بھی ان کی شخصیت اتنی بڑی نہ بن سکتی اور نہ ہی ان کی صلاحیتوں سے دوسرے فائدہ اٹھاسکتے۔ یہ رسول اللہ ﷺ رحمتوں اور شفقتوں کا اثر تھا کہ آپ نے خدام کو بھی اسے طرح عزت اور وقعت دی جس طرح بڑے قبائل کے شرفا کو دی جاتی تھی۔

حضرت انس بن مالک

حضرت انس بن مالک جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے حوالے سے بڑے معروف ہیں اور خدام رسول ﷺ میں بڑا امتیاز مقام رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے پر پہلے دن سے آخر وقت تک خدمت میں بڑے فعال رہے۔ آپ ﷺ کی آمد پر مدینہ منورہ میں فرط محبت اور خوشی سے حضرت انس نعرے لگا رہے تھے: جا رسول اللہ، جا رسول اللہ حضور آ گئے، حضور آ گئے۔(۳۱)

خود فرماتے ہیں جب حضور اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے میری عمر دس برس تھی۔(۳۲) آپ نے پورے دس برس نبی کریم ﷺ کی خدمت کی اور اکثر وقت آپ ﷺ کے ہمراہ رہتے۔ آپ کی والدہ محترمہ آپ کو خود لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لائیں اور عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ! میرا یہ بیٹا آپ کی خدمت میں رہے گا اس موقع پر آپ ﷺ نے حضرت انس کی یہ دعا دی: کہ اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت عطا فرما۔(۳۳)

نبی پاک ﷺ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ آپ کے باغ میں سال میں دو بار پھل ہوتے اور ان سے خوشبو آتی تھی اسی طرح آپ کی اولاد اور ان کی اولاد کی تعداد سو سے متجاوز تھی۔(۳۴)

عن انس بن مالك ، قال: "خدمت رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر سنين، والله ما قال لي افا قط، ولا قال لي لشيء، لم فعلت كذا، وهلا فعلت كذا.(۳۵)

ترجمہ: میں نے (تقریباً) دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی، اللہ کی قسم! آپ مجھ سے کبھی اُف تک نہیں کہا اور نہ کبھی کسی چیز کے لیے مجھ سے یہ کہا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا؟ یا فلاں کام کیوں نہ کیا۔

کسی بادشاہ کسی آقا، کسی حاکم کا کوئی خادم علمی طور پر اتنا بڑا نظر نہیں آتا جتنا رسول اللہ ﷺ کے یہ خادم حضرت انس بن مالک نظر آتے ہیں جلیل القدر محدثین میں ان کا شمار ہونا یہ واضح کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے خدام کی تعلیمی تربیت کی کتنی فکر رہتی تھی۔

حضرت سیدنا سلمان فارسی

حضرت سیدنا سلمان فارسی جنہوں نے تلاش حق میں بڑی مشکلات کا سامنا کیا اور مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے جب مدینہ منورہ پہنچے تو اس جاہلی نظام کی وجہ سے ایک یہودی کے غلام تھے۔ رسول اللہ ﷺ

نے ان پر خاص شفقت فرماتے ہوئے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ سلمان کو آزاد کروانے کے لیے اس کی مدد کرو۔(۳۶) صحابہ کرام کی مدد سے حضرت سلمان کو آزادی ملی۔ اور غزوہ احزاب سے قبل آپ معاشرہ کہ ایک آزاد شہری بن چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی شفقتوں اور صحابہ کرام کے حسن سلوک کا آپ کی ذات پر یہ اثر ہو کہ کوئی جب آپ سے آپ کا نسب یا والد کا نام پوچھتا تو آپ فرماتے: میں دین اسلام کا بیٹا ہوں۔(۳۷)

جناب سلمان فارسی یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ میں اسلام کا بیٹا ہوں کیوں کہ ان پر یہ حقیقت منکشف ہو چکی تھی کہ دنیا و عقبیٰ میں سب سے معتبر اور قابل فخر حوالہ نسبت رسول ﷺ اور اسلام ہی ہے باقی حوالوں کی ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت سلمان کی مشتاق ہے۔(۳۸)

غزوہ احزاب جو اہل ایمان کے لیے بڑا سخت مرحلہ تھا جب تما قبائل عرب مدینہ منورہ پر حملہ کے لیے تیار ہوئے اور مدینہ کے اندر سے یہود اور منافقین کی سازشیں اس کے علاوہ تھیں اس صورت حال کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾ (۳۹)

ترجمہ: وہاں (بر موقع غزوہ خندق) اہل ایمان کو آزمایا گیا اور ان کو شدید جھنجھوڑا گیا۔

اس نازک صورت حال میں جب ہر طرف سے خطرات نظر آرہے تھے نبی اکرم ﷺ کی مشیران میں حضرت سیدنا سلمان فارسی بھی تھے ریاست کے دفاع سے بڑا کوئی نازک مرحلہ نہیں ہوتا اس موقع پر حضرت سلمان کو مشاورت کمیٹی میں شامل کیا۔ حضرت سلمان نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، إنا كنا بفارس إذا حوصرنا خندقنا علينا"(۴۰)

ترجمہ: یارسول اللہ جب ہم فارس میں محصور ہوتے تو اپنے ارد گرد خندق کھودتے۔

بعد میں ان ہی کے مشورہ پر دفاعی حکمت عملی کو عملی جامہ پہننا نا یہ واضح کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا عمومی اسوہ مبارکہ میرٹ کے مطابق فیصلے کرنا ہے اور اس کے لیے بلا تخصیص رنگ و نسل آرا کو قبول ورد کیا جاتا تھا، اس موقع پر کسی کی طرف سے کسی بھی طرح کا کوئی اعتراض ہوا کہ ایک دوسری ریاست کا آزاد کردہ غلام جو ہماری سماجی روایات سے بھی ابھی سے اتنا آگاہ نہیں اس کے مشورہ پر عمل کیا جارہا ہے بلکہ سب نے بخوشی اس کو قبول کیا اس پر عمل بھی کیا۔ اور پھر جب خندق کھودتے ہوئے کچھ صحابہ نے فرمایا کہ سلمان ہم میں سے ہے کچھ نے کہا کہ سلمان ہم میں سے ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

سلمان منا اهل البیت (۴۱) سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔

حضرت علی سے حضرت سلمان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"قال :أدرك العِلم الأول، والعِلم الآخر، بحر لا يُدْرَك قَعْره، وهو منا أهل البيت"(۴۲)

فرمایا: انھوں نے اول و آخر علم حاصل کیا وہ ایک (علم کا) سمندر ہے جس کی تہہ تک نہیں پہنچا جا سکتا، اور وہ ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔

دور فاروقی میں آپ مدائن کے گورنر بھی رہے۔ گورنر بن کر بھی مزاج پر زہد غالب تھا بار گاہ رسالت سے براہ راست فیض یاب ہونے والوں کا یہ خاصہ تھا کہ وہ مسند وعظ وارشاد پر ہوں یا ایوان اقتدا پر ان کے مزاج پر فروغ خیر ہی کا جذبہ غالب رہتا جس کی وجہ سے مخلوق کو ان کی ذوات سے ہر جہت سے نفع ہی حاصل ہوتا۔

فلاح انسانی کا جدید تصور

آج کی جدید دنیا میں سوشل ورک، سوشل ویلفیئر، سوشل سیکیورٹی، اور سوشل سروسز کے حوالے سے جو بنیادی اصول وضع کیے گئے ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل تین پہلو ہیں:

۱۔ غیر امتیازی سلوک، ۲۔ ہمدردی، ۳۔ با اختیار بنانا

فلاح انسانی کا نبوی اسوہ

رسول اللہ ﷺ کے اسوہ مبارکہ میں یہ تینوں جہات اپنی اکمل صورت میں نمایاں نظر آتی ہیں کہ آپ نے بلا امتیاز خیر و برکت کے در وا کیے آپ نے خدام اور غلاموں کو با اختیار بنانے کے لیے مختلف جہات میں اپنا اسوہ پیش کیا۔

ان تینوں پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے محروم طبقات بالخصوص غلاموں اور خدام کے ساتھ اسوہ حسنہ کا مطالعہ کیا جائے کہ جب ان کے ساتھ امتیازی رویہ اختیار کیا جاتا تو رسول اللہ ﷺ نے بھی ''امتیازی سلوک'' (distinctive behavior) کیا فرق یہ تھا کہ دوسروں کے امتیازی سلوک سے غلاموں اور خدام کو ہر طرح سے دبایا گیا جبکہ رسول اللہ ﷺ کے امتیازی سلوک سے ہر جہت سے ان کو اٹھایا گیا۔

غلاموں اور خدام میں سے کسی کو متبنی (منہ بولا بیٹا) بنانا، کس کو اپنی فیملی کا فرد قرار دینا، کسی کو کعبہ کی چھت پر چڑھانا، کسی کو امیر لشکر بنانا، کسی کو ام المومنین کا اعزاز عطا کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ '' امتیازی سلوک'' کیا گیا۔ اسی طرح ان کو باختیار بنانے کی بھی آپ کی مساعی بے مثل ہیں۔

اس عہد میں جب خاندانی بادشاہتوں کا رواج تھا حکمران خود کو خدائی خاندان سے یا خدائی تائید کنندہ سمجھتے تھے ان حالات میں خدام و غلام تو دور کی بات عام آدمی کا بھی امور ریاست میں شامل ہونے کا سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ایسے عالم میں آپ ﷺ کا یہ فرمانا:

"اسمعوا واطيعوا، وإن استعمل عليكم عبد حبشي كان راسه زبيبة" (۴۳)

ترجمہ: سنو اور اطاعت کرو، گرچہ تم پر حبشی غلام ہی امیر (حاکم) کیوں نہ بنا دیا جائے، جس کا سر منقی (کشمش) کی طرح ہو۔

اقتدار کے حوالے سے غلام کا ذکر خواہ مثال کے طور پر ہی کیا لیکن ایک تصور دیا جارہا ہے کہ سماج کا سب سے کمزور طبقہ بھی حکمرانی کی اگر اہلیت رکھتا ہے تو اس کا حق اس کو ضرور دیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے خدام اور غلاموں کو اقتدار کی دہلیز پر لا کر کھڑا کر دیا۔

عصر حاضر اور خدام

عصری معاشروں میں خدام کے حقوق پورا ہونا تو ایک طرف ان پر ظلم و تشدد ہونا معمول کی بات ہے بلکہ کے ان کے قتل کے واقعات بھی رپورٹ ہوئے ہیں۔ قوانین ہونے کے باوجود سماج کے پسماندہ طبقات کی حق تلفی اسلامی معاشرہ میں ایک سوالیہ نشان ہے۔ اس حوالے سے ضرورت اس امر کی ہے کہ خدام اور خدام رکھنے والوں کی اسوہ حسنہ کی روشنی میں تربیت کی جائے بالخصوص خدام کو جو حقوق حاصل ہیں ان کو اس حوالے سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ اسوہ حسنہ کی روشنی میں عصری معاشروں میں خدام کے ساتھ ہونے والی بے اعتدالیوں کو روکا جاسکتا ہے جن کے چند بنیادی جہات حسب ذیل ہیں:

۱۔ **معاشی حقوق:** خدام کی معقول تنخواہ کو متعین کر کے اس کے قانونی ضابطے طے جائیں۔

۲۔ **تعلیم و تربیت:** اگر خدام کم عمر ہیں تو ان کی مناسب تعلیم و تربیت کا اہتمام بھی کیا جائے۔

۳۔ **رہائش و صحت:** رہائش اور صحت وغیرہ کے معاملات کا مؤثر لائحہ عمل مرتب ہونا چاہیے۔

۴۔ **تشدد کی ممانعت:** بد اخلاقی و تشدد کی کاروائیوں سے بچانے کے لیے سختی سے قوانین پر عمل کروانا۔

۵۔ **خصوصی مراعات:** ان کو قومی دھارے میں شامل کرنے کے لیے باسہولت خصوصی مراعات دینا۔

۶۔ **عمر کا لحاظ:** خدام کی عمروں (لڑکا یا لڑکی) کا تعین ضروری ہے۔

۷۔ **زیادہ مشقت کی ممانعت:** جسمانی صحت سے زیادہ مشقت پر پابندی ہونی چاہیے۔

۸۔ **آرام کا خیال رکھنا:** کل وقتی خدام کو مناسب آرام و تفریح کی سہولت بھی دینی چاہیے۔

۹۔ **اخلاقی تربیت:** ان کو مخرب اخلاق معاملات سے بچانا ضروری ہے۔

۱۰۔ **سمگلنگ کی روک تھام:** خدام کی سمگلنگ جو غیر شرعی و غیر قانونی ہے پر مزید سخت کارروائی کی ضرورت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جو حقوق اور اسوہ غلاموں کے ساتھ پیش کیا اجر اس کے تناظر میں خدام کے ساتھ رویہ اپنا جائے تو کچھ بعید نہیں کہ سماج کے اس کمزور طبقہ کی محرومیوں کا ازالہ نہ ہو سکے یہ بھی یا درہے کہ غلام ، خدام سے بھی حقوق کے اعتبار سے پست طبقہ تھا جبکہ اس کے ساتھ حسن سلوک کی اتنی تاکید ہے اور ظلم کرنے پر وعید سنائی گئی ہے تو خدام تو غلام نہیں ہوتے ان کا خدمت پر مامور ہونا وقت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

خلاصہ البحث

اسلام نے انسانی حرمت و وقار کے پیش نظر ہر طرح سے اس کی شخصی آزادی اور بنیادی حقوق کا نہ صرف تحفظ کیا بلکہ حیات انسانی کا ایسا منشور سیرت رسول ﷺ کی صورت میں پیش کیا ہے جس سے حیات انسانی کے ہر طبقہ کو بہ سہولت اس کے حقوق کا معمول ممکن ہو سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے تکریم انسانیت کے پیش نظر غلاموں اور خدام کی آزادی اور حقوق کی آواز بلند کر کے اس جاہلی معاشرہ غلاموں کو معاشرہ میں باوقار زندگی کے تمام حقوق کا نہ صرف حکم دیا بلکہ مختلف انداز سے ان کی عزت افزائی کی گئی تاکہ وہ قومی دھارے میں شامل ہو سکیں۔

حضور اکرم ﷺ جس عہد میں اس جہاں میں رونق افروز ہوئے وہاں سیاسی و حکومتی طور پر قبائلی نظام تھا اور حقوق کے حصول کی بنیادی وجہ قبیلہ، نسل اور خاندان وغیرہ تھے۔ عصبیتوں سے بھرپور ان معاشروں میں جہاں جبر و بربریت کے مظاہر عام تھے وہاں سماج کا وہ طبقہ جن کو غلام کہا جاتا ہے جو مختلف طرح کی خدمات سرانجام دیتا تھا ان کی حیثیت انتہائی معمولی تھی ان کے حقوق تو ایک طرف ان کو ایک نارمل انسان جیسی حیثیت بھی حاصل نہ تھی ان کی خرید و فروخت، ان پر ظلم و ستم کے علاوہ ان کو مذہبی طور پر بھی کوئی آزادی حاصل نہ تھی۔

حضور اکرم ﷺ نے ان کو مختلف حوالوں سے آزاد کرنے کی ترغیب دلائی ان کے حقوق جس سے ان کے سماجی عزت و وقار قائم ہو متعین فرمایا اور پھر بنفس نفیس خدام کے ساتھ اس طرح کا رویہ رکھا جو نہ صرف اس دور کے لوگوں کے لیے حیران کن تھا بلکہ ابدی طور پر بے مثال ہے آپ ہی کے احکام و اسوہ کی روشنی میں غلامی کا قاتمہ ممکن ہوا اور پھر مختلف جہات میں خدمت پر مامور خدام کو باعزت طور پر زندگی گزارنے کا حق حاصل ہوا۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) الذریت،۱۹

(۲) ابن فارس،معجم مقاییس اللغة،،(بیروت:دارالفکر،۲: ۱۵۔

(۳) ابنِ منظور،لسان العرب، (بیروت:دار صادر)، ۱۰: ۵۱

(4) https://www.un.org/en/global-issues/human-rights
(5) ibid

(۶) البقرہ،۲۲۱

(۷) فراہیدی خلیل، کتاب العین ،(بیروت:دارالکتب العلمیہ،۱۹۹۹ء)،۲: ۴۸

(8) https://www.britannica.com/topic/slavery-sociology
(9) UNO office of the human rightsarticle1slavery conviction,www.ohchr
(10) ibid
(11) J.J. Rosseau, The Social contract,1762

(۱۲) البقرہ،۱۷۷

(۱۳) البلد،۱۱۔۱۶

(۱۴) النسا،۹۲

(۱۵) المائدہ،۸۹

(۱۶) محمد بن اسماعیل بخاری،صحیح بخاری ، کتاب الطلاق، باب الظھار، جامع الصحیح،(ریاض:دارالسلام، للنشر التوزیع،۱۹۹۹ء)

(۱۷) محمد بن اسماعیل البخاری،صحیح بخاری ،(بیروت:دار طوق النجاۃ،۱۹۸۹ء)، کتاب العِلم، حدیث نمبر ۹۷۔

(۱۸) محمد بن اسماعیل البخاری،صحیح بخاری ،(ریاض:دارالسلام، للنشر التوزیع،۱۹۹۹ء)، کتاب الاجارہ، رقم الحدیث ۲۲۷۰۔

(۱۹) محمد بن اسماعیل البخاری،صحیح بخاری ، (بیروت:دار طوق النجاۃ،۱۹۸۹ء)،، کتاب الدِّین، باب: فی العِتق۔

(۲۰) ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث،سنن ابی داود، (بیروت:دار الکتب العلمیۃ،۱۹۸۶ء)، کتاب الادب، حدیث نمبر ۴۹۷۵ ۔

(۲۱) مام مالک بن انس،الموطأ،(بیروت:دار احیاء التراث العربی،۱۹۸۷ء)، کتاب العِتاقہ ، حدیث نمبر ۲۸۷۵۔

(۲۲) ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث،سنن ابی داود، (بیروت:دار الکتب العلمیۃ،۱۹۹۶ء)، کتاب العِتق، حدیث نمبر ۳۹۳۱۔

(۲۳) ابن حجر العسقلانی،الإصابة فی تمییز الصحابہ، (بیروت:دار الکتب العلمیۃ، ۳: ۳۰۶–۳۰۷۔

(۲۴) ابن ہشام،سیرۃ ابن ہشام، (بیروت:دار الفکر)، ۴: ۳۱۳۔

(۲۵) ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث،سنن ابی داود، کتاب العِتق، حدیث نمبر ۳۹۳۷، (بیروت:دار الکتب العلمیۃ،۲۰۰۱ء)

(۲۶) ابن اثیر، عز الدین ابو الحسن علی بن محمد الجزری، أسد الغابة في معرفة الصحابة، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۶ء)، ۳ :۲۵۶

(۲۷) ابن اثیر، أسد الغابة في معرفة الصحابة، ۳/۲۵۶۔۲۵۷۔

(۲۸) ابن سعد، محمد بن سعد،طبقات ابن سعد، (بیروت:دار احیاء التراث العربی،۱۹۹۵ء)، ۳: ۱۵۳۔

(۲۹) محمد بن اسماعیل البخاری،صحیح بخاری ،(بیروت:دار طوق النجاۃ،۲۰۰۱ء)، حدیث نمبر ۳۷۶۳۔

(۳۰) محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن الترمذی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۷ء)، حدیث نمبر ۳۸۰۸۔

(۳۱) رویانی، محمد بن عبد اللہ، مسند الصحابہ، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۸ء)، حدیث نمبر ۳۲۹۔

(۳۲) ذھبی، شمس الدین محمد، سیر أعلام النبلاء، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۷ء)، ۳: ۴۰۵۔

(۳۳) ابن عساکر، علی بن حسین، تاریخ دمشق، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۸ء)، ۳: ۱۴۶۔

(۳۴) ابن اثیر، ابو الحسن علی بن محمد، اسد الغابہ، ۱: ۱۲۶۔

(۳۵) مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۹ء)، کتاب الفضائل، حدیث نمبر ۶۰۱۱۔

(۳۶) ابن عساکر، علی بن حسین، تاریخ دمشق، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۸ء)، ۲۱ : ۳۸۸۔

(۳۷) ابن عبد البرّ، محمد بن عبد اللہ، الاستیعاب في معرفة الأصحاب، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۷ء)، ۲: ۱۹۴

(۳۸) محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن الترمذی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۷ء)، حدیث نمبر ۳۸۲۲۔

(۳۹) الاحزاب، ۱۱

(۴۰) ابن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۶ء)، ۷: ۴۵۳۔

(۴۱) بزار، احمد بن علی، مسند البزار، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۹ء)، حدیث نمبر ۶۵۳۴۔

(۴۲) ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۹ء)، کتاب الجھاد، حدیث: ۲۸۶۰۔

(۴۳) ذہبی، شمس الدین محمد، سیر أعلام النبلاء، ۱ :۵۳۹۔

References

1. Al-Dhariyat, 19
2. Ibn Faris, Mu‘jam Maqayis al-Lughah, Jild 2, Beirut: Dar al-Fikr, p. 15
3. Ibn Manzur, Lisan al-‘Arab, Jild 10, Beirut: Dar Sader, p. 51
4. https://www.un.org/en/global-issues/human-rights
5. Abid
6. Al-Baqarah, 221
7. Farahidi, Khalil Kitab al-‘Ayn, Darul Kutub Ilmiya Beruit V2, P48S
8. https://www.britannica.com/topic/slavery-sociology
9. UNO Office of the Human Rights, Article 1 Slavery Conviction, www.ohchr
10. Ibid
11. J. J. Rousseau, The Social Contract, 1762
12. Al-Baqarah, 177
13. Al-Balad, 11:16
14. An-Nisa, 92
15. Al-Ma’idah, 89
16. Bukhari, Kitab al-Talaq, Bab al-Zihar, Jami‘ al-Sahih, Dar al-Salam, Riyadh, 1999
17. Muhammad ibn Isma‘il al-Bukhari, Sahih Bukhari, Kitab al-‘Ilm, Hadith No. 97, Beirut: Dar Tawak al-Najah, 1989
18. Bukhari, Kitab al-Ijarah, Hadith No. 2270, Jami‘ al-Sahih, Dar al-Salam, Riyadh, 1999

19. Muhammad ibn Isma‘il al-Bukhari, Sahih Bukhari, Kitab al-Din, Bab: fi al-‘Itq, Beirut: Dar Tawak al-Najah, 1989
20. Abu Dawood, Sulayman ibn al-Ash‘ath, Sunan Abu Dawood, Kitab al-Adab, Hadith No. 4975, Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1986
21. Imam Malik ibn Anas, al-Muwatta, Kitab al-‘Itqah, Hadith No. 2875, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1987
22. Abu Dawood, Sulayman ibn al-Ash‘ath, Sunan Abu Dawood, Kitab al-‘Itq, Hadith No. 3931, Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1996
23. Ibn Hajar al-‘Asqalani, al-Isabah fi Tamyiz al-Sahabah, Jild 3, Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, pp. 306–307
24. Ibn Hisham, Sirat Ibn Hisham, Jild 4, Beirut: Dar al-Fikr, p. 313
25. Abu Dawood, Sulayman ibn al-Ash‘ath, Sunan Abu Dawood, Kitab al-‘Itq, Hadith No. 3937, Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 2001
26. Ibn Athir, ‘Izz al-Din Abu al-Hasan Ali ibn Muhammad al-Jazari, Asad al-Ghabah fi Ma‘rifat al-Sahabah, Jild 3, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1996, p. 256
27. Ibid, pp. 256–257
28. Ibn Sa‘d, Muhammad ibn Sa‘d, Tabaqat Ibn Sa‘d, Jild 3, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1995, p. 153
29. Muhammad ibn Isma‘il al-Bukhari, Sahih Bukhari, Hadith No. 3763, Beirut: Dar Tawak al-Najah, 2001
30. Muhammad ibn ‘Isa al-Tirmidhi, Sunan al-Tirmidhi, Hadith No. 3808, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1997
31. Ruyani, Muhammad ibn ‘Abdullah, Masnad al-Sahabah, Hadith No. 329, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1998
32. Al-Dhahabi, Shams al-Din Muhammad, Siyar A‘lam al-Nubala’, Jild 3, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1997, p. 405
33. Ibn ‘Asakir, Ali ibn Husayn, Tarikh Dimashq, Jild 3, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1998, p. 146
34. Asad al-Ghabah, 1/126; Ibn Kathir, 5/332
35. Muslim ibn al-Hajjaj, Sahih Muslim, Kitab al-Fada’il, Hadith No. 6011, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1999
36. Ibn ‘Asakir, Ali ibn Husayn, Tarikh Dimashq, Jild 21, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1998, p. 388
37. Ibn ‘Abd al-Barr, Muhammad ibn ‘Abdullah, al-Isti‘ab fi Ma‘rifat al-Ashab, Jild 2, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1997, p. 194
38. Muhammad ibn ‘Isa al-Tirmidhi, Sunan al-Tirmidhi, Hadith No. 3822, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1997
39. Al-Ahzab, 11
40. Ibn Hajar al-‘Asqalani, Fath al-Bari Sharh Sahih al-Bukhari, Jild 7, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1996, p. 453
41. Al-Bazzar, Ahmad ibn Ali, Masnad al-Bazzar, Hadith No. 6534, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1999
42. Sunan Ibn Majah, Kitab al-Jihad, Hadith: 2860
43. Al-Dhahabi, Shams al-Din Muhammad, Siyar A‘lam al-Nubala’, Jild 1, Beirut: Dar Ihya’ al-Turath al-‘Arabi, 1997, p. 539

❖❖❖